

عملی اصلاح کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کے ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ کے خطبات کی روشنی میں عملی اصلاح کے بارے میں جو خطبات ارشاد فرمائے تھے خلاصہ پیش خدمت ہیں۔

دین کا تعاقاد اور عمل دونوں چیزوں سے ہے۔ ہم لوگ جو اپنے آپ کو احمدی مسلمان کہتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل ہیں، اعتقادی طور پر ہمارے پاس اسلام اور احمدیت کی صداقت کے ٹھوس دلائل موجود ہیں۔ یعنی ہم اسلام اور احمدیت کی صحافی دلائل کے ذریعے ثابت کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح کے دلائل سیکھنے کی طرف بہت توجہ بھی کرتے ہیں جو دوسروں کے منہ بند کر سکیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تعلیمات پر کس حد تک عمل کر رہے ہیں۔ حضور انور اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 6 دسمبر 2013 میں فرماتے ہیں۔

”پس جہاں تک دلائل کا سوال ہے ہمارا پلہ ہر مخالف اسلام اور مخالف احمدیت پر بھاری ہے ہم میں سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں، ان کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے سامنے تو کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔۔۔۔۔ لیکن جب ہم اس پہلو کی طرف دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم میں جو عملی تبدیلی پیدا کرنا چاہتے ہیں، اس کی حالت کیا ہے تو پھر فکر پیدا ہوتی ہے۔ سوال اٹھتا ہے کیا ہم میں سے ہر ایک معاشرے کی ہر برائی کا مقابلہ کر کے کیا اسے شکست دے رہا ہے۔۔۔۔۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم میں سے 99,99% صدیہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم عقیدے کے لحاظ سے پختہ ہیں۔۔۔۔۔ لیکن ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ عملی کمزوریاں جب معاشرے کے زور آور حملوں کے بہاؤ میں آتی ہیں تو اعتقادی جڑوں کو بھی ہلانا شروع کر دیتی ہیں۔ شیطان آہستہ آہستہ حملے کرتا ہے۔ نظام جماعت سے دُوری پیدا ہونی شروع ہوتی ہے اور پھر ایک قدم آگے بڑھتا ہے تو خلافت سے بھی دُوری پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔“

درحقیقت احمدیت کی خوبصورتی نظام جماعت اور نظام خلافت کی لڑی میں پرویا جانا ہے اور یہی ہماری اعتقادی اور عملی طاقت بھی ہے۔ صرف اعتقادی ایمان ہمیں ہمارے مقصد میں کامیاب کرنے کیلئے کافی نہیں۔ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کا اثر بھی ہمیں اپنے پر ظاہر کرنا ہوگا۔ قرآن کریم میں بیان کردہ احکامات جو ہماری عملی زندگی کیلئے ضروری ہیں ان پر عمل کرنا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود نے بڑا واضح فرمایا ہے کہ ”جو شخص قرآن کریم کے 1700 احکامات میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔“ (کشتنی نوح روحاںی خزانہ جلد 19 ص 26)

اعمال کی اصلاح میں بننے والی روکوں کے بارے میں حضور اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 13 دسمبر 2013 میں فرماتے ہیں۔

”اعمال کی اصلاح کے بارے میں جو چیزیں روک بنتی ہیں یا اثر انداز ہوتی ہیں ان میں سے سب سے پہلی چیز لوگوں کا یہ احساس ہے کہ کوئی گناہ بڑا ہے اور کوئی چھوٹا۔۔۔ اور یہی بات ہے جو عملی اصلاح میں روک بنتی ہے۔ اس سے انسان میں گناہ کرنے کی دلیری پیدا ہوتی ہے۔۔۔۔۔ پس جب تک یہ خیال رہے کہ فلاں بدی بڑی ہے اور فلاں چھوٹی ہے اور فلاں نیکی بڑی ہے اس وقت تک انسان نہ بدیوں سے نفع سکتا ہے نہ نیکیوں کی توفیق پا سکتا ہے۔۔۔۔۔ بڑی بدیاں وہی ہیں جن کے چھوڑنے پر انسان قادر نہ ہو۔۔۔ اور بڑی نیکیاں وہی ہیں جن کو کرنا انسان کو مشکل لگتا ہو۔۔۔۔۔ پس اگر ہم نے اپنی اصلاح کرنی ہے تو ہمیشہ یہ بات سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہر نیکی کو اختیار کرنے اور ہر بدی سے نیچے کی کوشش کرنی ہوگی۔“

پھر مزید اس خطبہ میں حضور فرماتے ہیں۔ (13 دسمبر 2013)

”پھر اعمال کی اصلاح میں جو دوسری وجہ ہے وہ ماحول ہے یا نقل کا مادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں نقل کا مادہ رکھا ہوا ہے۔ جو بچپن سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ نقل اور ماحول کا ہی اثر ہے کہ انسان اپنے ماں باپ سے زبان سیکھتا ہے یا باقی کام سیکھتا ہے۔ اور اچھی باتیں سیکھتا ہے۔ اور اچھی

باتیں سیکھ کر بچے اعلیٰ اخلاق والا بنتا ہے۔ ماں باپ نیک ہیں۔۔۔۔۔ تو بچے بھی ان کے زیر اثر نیکیوں کو اختیار کرنے والے ہوں گے۔ لیکن اگر جھوٹ، لڑائی جھگڑا، گھر میں دوسروں کا استہزا کرنے کی باتیں، جماعتی وقار کا بھی خیال نہ رکھنا یا اس مقام کی برائیاں جب بچہ دیکھتا ہے تو اس نقل کی فطرت کی وجہ سے یا ماحول کے اثر کی وجہ سے پھر وہ یہی برائیاں سیکھتا ہے۔ اس لئے بار بار میں والدین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کے باہر کے ماحول پر بھی نظر رکھا کریں اور گھر میں بھی بچوں کے جو پروگرام ہیں، جوئی وی پروگرام وہ دیکھتے ہیں یا اثر نیٹ وغیرہ استعمال کرتے ہیں ان پر بھی نظر رکھیں۔۔۔۔۔ اسی طرح ہمسایوں، ماں باپ کی سہیلیوں اور دوستوں کے غلط عمل کا بھی بچے پر اثر پڑ رہا ہوتا ہے۔

اسی سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے حضور انور اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 2013 میں فرماتے ہیں۔

”عملی اصلاح میں روک کا تیسرا سبب فوری یا قریب کے معاملات کو منظر رکھنا ہے۔ جب کہ عقیدے کے معاملات دور کے معاملات ہیں، ایسے معاملات ہیں جن کا تعلق زیادہ تر بعد کی زندگی سے ہے۔ جسے اجل کہتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ عملی حالت کے معاملات فوری نوعیت کے ہوتے ہیں یا بظاہر انسان سمجھ رہا ہوتا ہے کہ یہ ایسی باتیں ہیں جن کا عقیدے سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر میں کوئی غلط کام کر لوں تو اس سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا جو عقیدہ ہے وہ تو متاثر نہیں ہو رہا۔ مثلاً سنار ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں سونے میں کھوٹ مالا لوں تو اس سے میرے ایک خدا کو ماننے کے عقیدے پر کوئی حرف نہیں آتا لیکن میری کمائی زیادہ ہو جائے گی۔“

یعنی فوری اور قریب کے معاملات کو منظر رکھ کر دنیاوی فوائد کو حاصل کر لینا اور عقیدے کے معاملات جن کا تعلق بعد کی زندگی سے ہے انہیں نظر انداز کرنا۔ جیسے جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی، غیبت یہ سب گناہ فوری فوائد حاصل کرنے کیلئے دور کے نقصان کو دل سے نکال دیتے ہیں۔

”بچو تھا سب عملی اصلاح کی کمزوری کا یہ ہے کہ عمل کا تعلق عادت سے ہے اور عادت کی وجہ سے کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور خصوصاً ایسے وقت میں جب مذہب کے ساتھ حکومت نہ ہو۔ یعنی حکومت کے قوانین کی وجہ سے بعض عملی اصلاحیں ہو جاتی ہیں۔۔۔۔۔ جہاں مذہب اور حکومت کی عملی اصلاح کی تعریف ایک ہے۔۔۔۔۔ وہاں عادتیں قانون کی وجہ سے ختم کی جاسکتی ہیں۔ لیکن جہاں حکومت کا قانون عملی اصلاح کے لئے مددگار نہ ہو وہاں عادتیں نہیں بدی جاسکتیں اور عملی کمزوریاں معاشرے کا ناسور بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ آزادی کے نام پر ترقی یافتہ ممالک میں ہم بہت سی عملی کمزوریاں دیکھتے ہیں اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ سے عملی کمزوریاں اب دنیا میں ہر جگہ پھیلائی جا رہی ہیں اور ایسے ماحول میں پڑنے والے، ماحول کا حصہ ہونے کی وجہ سے مستقل ان چیزوں کو دیکھ کر عادتاً بعض عملی کمزوریاں اپنا چکے ہیں۔ اور لاشوری اور غیر ارادی طور پر بچے یا نوجوان ہیں ان میں بھی، لڑکے اور لڑکیوں میں بھی یہ کمزوریاں راہ پکڑ رہی ہیں اور جب عادت پکی ہو جائے تو اسے چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً نشہ ہے، اس کی عادت پڑ جائے تو چھوڑنا مشکل ہے۔۔۔ آجکل ہم دیکھتے ہیں بے ہودہ فلمیں دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔ اثر نیٹ پر لوگوں کے شوق ہیں اور بعض لوگوں کی ایسی حالت ہے کہ ان کی نشے والی حالت ہے۔ وہ کھانا نہیں کھائیں گے اور بیٹھے فلمیں دیکھ رہے ہیں تو دیکھتے چلے جائیں گے۔ اثر نیٹ پر بیٹھے ہیں تو بیٹھے چلے جائیں گے۔ نیند آ رہی ہے تب بھی وہ بیٹھے رہیں گے۔ نہ بچوں کی پرواہ، نہ بیوی کی پرواہ۔ تو ایسے لوگ بھی ہیں۔ پس یہ جو عادتیں ہیں یعنی عملی اصلاح میں روک کا بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں۔“

پھر حضور نے فرمایا: ”عملی اصلاح کا پانچواں سبب بیوی بچے بھی ہیں اور یہ بھی بعض دفعہ عملی اصلاح کی راہ میں روک بنتے ہیں۔“

بیوی بچوں کی تکالیف عملی طور پر ابتلا میں ڈال دیتی ہیں مثلاً ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے خیانت کرنا یا کسی کا حق مارنا، بچوں کے بے جا لاؤ پیار کی وجہ سے اسلامی تعلیم کی پابندی نہ کروانا، بچوں کے حق میں جھوٹی گواہیاں دینا۔ پس بیوی بچوں کی وجہ سے عملی اصلاح میں روک کی بے شمار مثالیں ہیں۔ انسانی اعمال کی درستی میں جذبات اور جذبات کو ابھارنے والے رشتے روک بن جاتے ہیں۔ اور ان کی درستی اس صورت میں ممکن ہے جب خدا تعالیٰ

کی محبت ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ اس محبت کی شدت کے مقابلے میں بیوی بچوں کی محبت معمولی حیثیت اختیار کر لے۔

”عملی اصلاح میں روک کا چھٹا سبب یہ ہے کہ انسان اپنی مستقل طور پر غرائب نہیں رکھتا،“ عمل کا خیال ہر وقت چوکس رہ کر رکھنا پڑتا ہے۔ ہر کام کرتے وقت یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس کام کے نتائج نیک ہیں یا نہیں۔ اور اس کام کو کرنے کی مجھے اجازت ہے یا نہیں۔ برا بیویوں سے بچنے کیلئے ہر کام پر نظر رکھ کر انسان میں ایک حجاب آ جاتا ہے اور اگر یہ حجاب ختم ہو جائے تو ایک کے بعد دوسری کمزوری اس پر غلبہ پالیتی ہے۔ جیسے عورتوں کے لئے پردہ اور حیا کی حالت ہے اگر ایک دفعہ یہ ختم ہو جائے تو پھر بات بہت آگے بڑھ جاتی ہے۔

”ساتواں سبب اعمال کی اصلاح میں روک کا یہ ہے کہ انسانی تعلقات اور رویے جو ہیں وہ حاوی ہو جاتے ہیں اور خشیت اللہ میں کمی آ جاتی ہے۔“ بسا اوقات لاچ، دوستانہ تعلقات، رشتے داری، لڑائی، بغض اور کینے ان اعمال کے اچھے حصوں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔۔۔۔۔ ایک انسان دوسرے انسان کے خلاف گواہی اس لئے دے دیتا ہے کہ فلاں وقت میں اس نے مجھے نقصان پہنچایا تھا۔ پس آج مجھے موقع ملا ہے کہ میں بھی بدلوں۔ تو اعمال میں کمزوری اس وجہ سے ہوتی ہے کہ خشیت اللہ کا خانہ خالی ہو جاتا ہے۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 2013)

”آٹھواں سبب عملی اصلاح میں روک کا یہ ہے۔

عمل کی اصلاح اس وقت تک بہت مشکل ہے جب تک خاندان کی اصلاح نہ ہو۔“

اعمال کی اصلاح کے لئے گھر کے تمام افراد کو مل کر بہتری کی کوشش کرنی ہوگی۔ گھر کے سربراہ کا بہت اہم کردار ہے۔ مثلاً دیانتداری اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ بیوی بچے بھی پورا تعاون نہ کریں۔ بیوی نیک ہے اور خاوند رزق حلال نہیں کماتا تب بھی گھر متاثر ہوگا۔ ماں باپ نماز نہیں پڑھتے تو بچوں پر اس کا اثر ہوگا۔ لہذا گھر کے تمام افراد کی اصلاح ضروری ہے۔

عملی اصلاح کی روکوں کو دور کرنے کے طریقے

حضور پر نور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جنوری 2014 میں فرمایا:

”ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن اور بعثت کا مقصد صرف عقائد کی اصلاح کرنا نہیں تھا۔ آپ نے واضح فرمایا ہے کہ بندے کا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا اور اعمال کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے۔۔۔۔۔ بندے کا ایک دوسرے کے حق ادا کرنا بھی ایک مقصد ہے اور یہ سب با تین اعمال پر منحصر ہیں۔ نیک اعمال بجالا کر خدا تعالیٰ کا بھی حق ادا ہوتا ہے اور بندوں کا بھی حق ادا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر فرمایا تھا۔“ یاد رکھو کہ صرف لفاظی اور لسانی کام نہیں آسکتی جب تک کہ عمل نہ ہو۔ (ملفوظات جلد اسٹاف، صفحہ ۲۸، ایڈیشن 2003 مطبوع مر بوجہ)

”پھر ایک اور موقع پر فرمایا!“ اپنے ایمانوں کا وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے اگر انسان کی عملی حالت درست نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں۔“

(ملفوظات جلد اسٹاف، ایڈیشن 2003 مطبوع مر بوجہ)

”پس اگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن میں کارآمد ہونا ہے، آپ کے مقصد کو پورا کرنے والا بنتا ہے تو یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہم میں سے ہر ایک اپنی عملی اصلاح کی روکوں کو دور کرنے کی بھر پور کوشش کرے۔۔۔۔۔ ہماری اپنی اصلاح سے ہی ہمارے اندر وہ قوت پیدا ہوگی جس سے دوسروں کی اصلاح ہم کر سکیں گے۔“

پھر حضور نے فرمایا کہ آج کل دنیا سمٹ کر رہ گئی ہے اور الکٹر انک میڈیا کے ذریعہ برا بیاں اور اچھائیاں ہزاروں میل دُور سے ہر گھر میں پہنچ رہی ہیں۔ مگر برائی کے پھیلنے کی شرح اچھائی کے پھیلنے کی نسبت بہت تیز ہے۔ اسی طرح اچھائی اور برائی کا معیار بھی بدلتا ہے۔ ایک چیز جسے اسلامی معاشرے میں برا سمجھا جاتا ہے ہو سکتا ہے کہ لامذہ بہ معاشرے کے لئے معمولی بات یا اچھائی ہو۔ اس سلسلے میں حضور نے ڈانس کے تفریخ کے طور پر رواج پانے کا، اسی

طرح گھروں میں شادیوں کے موقع پر جو بے ہودہ ناج کئے جاتے ہیں، اور اُنہی پر تفریح کے نام پر بے ہودگیوں کا ذکر کیا اور ان سے بچنے کی تلقین کی۔ اور فرمایا کہ ان برائیوں سے بچنے کیلئے منصوبہ بندی اور قربانی کی ضروری ہے۔

حضور نے عملی اصلاح کی رُوکوں کو دُور کرنے کے سلسلہ میں اسی خطبہ میں فرمایا: ”حضرت مصلح موعودؒ نے بڑے عمدہ رنگ میں وضاحت فرمائی ہے اگر عملی اصلاح کیلئے یہ باتیں انسان میں پیدا ہو جائیں تو تبھی کامیابی مل سکتی ہے۔ اور یہ تین چیزیں ہیں۔ نمبر ایک قوت ارادی۔ نمبر دو صحیح اور پورا علم۔ اور نمبر تین قوت عملی۔ لیکن اصل بنیادی قوتیں دو ہیں۔ قوت ارادی اور قوت عملی۔ جو چیز ان دونوں کے درمیان میں رکھی گئی ہے یعنی صحیح اور پورا علم ہونا، یہ دونوں بنیادی قوتوں پر اثر ڈالتی ہے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلدے اصنفہ ۲۳۷ خطبہ فرمودہ ۱۹۳۶ء مطبوعہ ربوہ)

حضور نے حضرت مصلح موعودؒ کے ارشادات کی روشنی میں فرمایا کہ جہاں تک ارادے کا تعلق ہے تو جماعت کے اکثر افراد یہ چاہتے ہیں کہ ان میں تقویٰ اور طہارت پیدا ہو۔ اللہ کی محبت اور اس کا قرب حاصل کریں۔ لیکن اگر پھر بھی نتائج نہیں نکلتے تو یقیناً ہمارے میں عمل کیلئے حقیقی قوت ارادی کی کمی ہے۔ اور ہماری عبودیت میں بھی کچھ نقص ہے اس وجہ سے ہماری عملی کی قوت ہمارے ارادے کی قوت کا اثر قبول نہیں کر رہی۔ اس صورت میں قوت عملی کا علاج ضروری ہے ورنہ کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

قوت ارادی سے عام طور پر تو یہ مراد ہے کہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنا اور پھر اسے بجالانے اور انجام دینے کی قوت ہے۔ حضرت مصلح موعودؒ نے بڑے احسن رنگ میں اس کا بیان فرمایا ہے کہ قوت ارادی کا مفہوم عمل کے لحاظ سے ہر جگہ بدل جاتا ہے۔

دین کے معاملے میں قوت ارادی ایمان کا نام ہے۔ صحابہ کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ جب شراب کی حرمت کا حکم آیا تو صحابہ نے یک لخت شراب کے منکر توڑ دیے۔ یہ ان کی مضبوط قوت ارادی کے سبب تھا۔ امریکہ میں بھی ایک زمانے میں کھلے عام شراب نوشی کی ممانعت کی کوشش ہوئی مگر کامیاب نہ ہو سکی کیوں کہ ایمان نہیں تھا۔ لوگوں نے دوسرا چورستے نکال لئے۔

”ہم عملی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ارادہ بھی علم کے مطابق چلتا ہے اور عمل بھی علم کے مطابق چلتا ہے۔ اس کی مثالیوں ہے کہ اگر کسی انسان کو یہ معلوم نہ ہو کہ ایک ہزار کا شکر اس کے مکان پر حملہ آور ہونے والا ہے بلکہ صرف اس قدر جانتا ہو کہ کسی نے حملہ کرنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ایک دو آدمی ہوں تو اس کیلئے وہ تیاری کرتا ہے لیکن اگر اسے یہ علم ہو کہ حملہ آور ایک ہزار ہیں تو پھر اس کی تیاری اس سے مختلف ہوتی ہے۔ پس علم کی کمی کی وجہ سے نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ اور علم کی صحت قوت ارادی کو بڑھادیتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت تو موجود ہے۔ جب اس صلاحیت اور طاقت کا استعمال صحیح ہو تو آسانی سے کام ہو جاتا ہے۔ اور یہ علم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بعض دفعہ صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے انسان اعمال کی اصلاح نہیں کر سکتا اور قوت موازنہ عدم علم کی وجہ سے اسے صحیح خبر نہیں دیتی کہ اس کی عملی اصلاح کیلئے کس قدر طاقت کی ضرورت ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلدے اصنفہ ۲۳۸، ۲۳۷ خطبہ فرمودہ ۱۹۳۶ء مطبوعہ ربوہ)

قوت موازنہ وہ قوت ہے جو یہ فیصلہ کرتی ہے کہ فلاں کام کرنے کیلئے کتنی طاقت درکار ہے۔ اور یہ قوت اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عطا کر رکھی ہے ”قوت موازنہ بھی تبھی ہوگی جب کسی چیز کا علم ہو جائے۔ اگر علم ہو گا تو ہوشیار کرے گی کہ اس کو اس طرح استعمال کرو۔ علم نہیں ہو گا تو انسان وہ کام نہیں کر سکتا۔ پھر اسی عدم علم کی وجہ سے انسان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک بچہ جب ایسے لوگوں میں پرورش پاتا ہے جو گناہ کے مرتبہ ہوتے ہیں یا مستقل ہی مرتبہ رہتے ہیں، ہر وقت ان کی مجلسوں میں یہ ذکر رہتا ہے کہ جھوٹ کے بغیر تو دنیا میں گزارہ نہیں ہو سکتا تو بچ کے ذہن میں یہ خیال آ جاتا ہے کہ اس زمانے میں جھوٹ کے بغیر کامیاب حاصل ہو نہیں سکتی۔“

علم کی قوت عملی کمزوری کو دور کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر انسان کو خدا کی ذات کی پہچان ہو اور اسے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا صحیح احساس دلایا جائے تو وہ گناہ کرنے سے بچ سکتا ہے۔ غلطی سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ کچھ گناہ بڑے ہوتے ہیں اور کچھ چھوٹے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن گناہوں کو انسان

کم علمی کی وجہ سے چھوٹا یا معمولی سمجھ رہا ہوتا ہے وہ اس کے دل و دماغ میں بیٹھ جاتے ہیں اور اس کو کرتے وقت یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ گناہ ہے۔ نیکی اور گناہ کا معیار ہر شخص کی حالت کے مطابق ہے۔ پس جب تک یہ خیال رہے کہ فلاں نیکی بڑی ہے اور چھوٹی اس وقت تک انسان بدیوں سے نفع نہیں سکتا۔ نہ نیکیوں کی توفیق پاسکتا ہے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بڑی بدیاں وہی ہیں جن کے چھوڑنے پر انسان قادر نہ ہو۔

قوت عملیہ کی یانہ ہونے کے بعض اسباب ہیں مثلاً ایک سبب عادت ہے۔ بعض دفعہ ایک شخص میں قوت ارادی بھی ہوتی ہے، علم بھی ہوتا ہے لیکن عادت کی وجہ سے مجبور ہو کر کمزوری دکھار ہوتا ہے۔ یا ایک شخص جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے لیکن دنیا اور مادی اشیاء کی محبت اس کی راہ کی رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ اور انسان خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے اندر وہی کی بجائے بیرونی علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس عملی اصلاح میں حکومت کا بھی ایک کردار ہے۔ بہت سی عادتیں قانون کی وجہ سے ختم کی جاسکتی ہیں۔

”مختلف لوگوں کیلئے مختلف علاجوں کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔۔۔ بعض کیلئے قوت ارادی پیدا کرنے کی ضرورت ہے، بعض کیلئے قوت عملی پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اور بعض کیلئے اس صورت میں جب کہ بوجھ زیادہ ہو، ان کی طاقت اور برداشت سے زیادہ ہو، بیرونی مدد کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ اس وقت معاشرے کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا ہے۔ جماعت کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا ہے، ذیلی تنظیموں کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا ہے۔ (خطبہ جمعہ 10 جنوری 2014)

عملی کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے بیرونی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سہارا دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک نگرانی کر کے اور دوسرا جبرا کر کے۔ پس عملی اصلاح کے لئے ان تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ قوت ارادی کی طاقت کہ بڑے بڑے کام کرنے کی اہل ہو۔ علم کی زیادتی کہ ہماری قوت ارادی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتی رہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔ تیسرا قوت عملیہ کہ ہمارے اعضاء ہمارے نیک ارادوں کے تابع چلیں اور بد ارادوں کے نہیں۔ یہ باتیں گناہوں سے نکالنے اور اعمال کی اصلاح کا بنیادی ذریعہ ہیں۔

”پس ہمیں اپنی عملی اصلاح کے کیلئے ان باتوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، ان باتوں کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اپنی قوت ارادی کو مضمبوط کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں اور ہماری جو صلاحیتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو طاقتیں ہمیں دی ہیں وہ زنگ لگ کے ختم نہ ہو جائیں۔ آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پیش کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے اصلاح چاہنا، اور اپنی قوت خرچ کرنا یہی ایمان کا طریق ہے۔“ (ملفوظات جلد اص ۹۲، ایڈیشن ۳۰۰۴ مطبوعہ بوجہ)

”پس عملی حالتوں کی درستی کیلئے بہت محنت اور مسلسل نظر رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ ہر احمدی اپنے احمدی ہونے کے مقصد کو پورا کر سکے۔“۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق ہم اپنے آپ کو حقیقی مسلمان بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔